بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! وَعَلٰی آلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

بیادگار: اعلیٰحضرت امیرِ ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

1982February

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

نگرانِ اعلیٰ: حضرت مولانا پیر سید افضل حسین شاہ صاحب

ایڈیٹر

حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی!

اسسٹنٹ ایڈیٹر ــــــ فیاض احمد گوہر

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معز الدین خالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

نعت سرکارِ دو عالمؐ

کی شاہِ دو جہاں نے عالم کی راہنمائی
ورنہ بھٹکتی رہتی ظلمت میں ہی خدائی

محبوبِ کبریا نے سیرت کچھ ایسی پائی
ہر ایک ان کا شیدا ہر ایک ہے فدائی

روضہ کی تیرے شاہا اللہ رے خوشنمائی
گنبد پہ جلوہ افگن ہے نورِ کبریائی

فرمانِ ایزدی ہے، بجھنے کی یہ نہیں ہے
جو شمع معرفت کی سرکارؐ نے جلائی

بعد از خدا ہیں سرورؐ ہر اک ثنا کے لائق
یہ مختصر سمجھ لو ہے شانِ مصطفائیؐ

ہے اس کی ٹھوکروں میں تاجِ سکندری بھی
جس کو نبیؐ کے در کی بخشی گئی گدائی

اس کا ثبوت انجم قرآں سے مل رہا ہے
نورِ نبیؐ نہ ہوتا، ہوتی نہ یہ خدائی

نتیجۂ فکر انجم وزیرآبادی

بامدادِ رُوحانی حضرتِ مولانا سراج الملّت پیر سیّد محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالطافِ رُوحانی حضرت مولانا الحاج شمس الملّت پیر سیّد نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
باستمدادِ رُوحانی حضرت مولانا جوہر الملّت پیر سیّد اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالتفاتِ کریمانہ حضرت مولانا معین الملّت پیر سیّد حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ،!
بطفیلِ حمایت مولانا الحاج پیر سیّد نذر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی ۔۔۔!

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد ۷ شمارہ ۵ بابت ماہ فروری ۱۹۸۲ء

ایڈیٹر
مولانا غلام رسول گوہر

اسسٹنٹ ایڈیٹر ـــــــ فیاض احمد گوہر

دائرے میں سُرخ نشان آپ کا چندہ ختم ہونے کی علامت ہے ـــــــ!
گوہر

چندہ :-
سالانہ ۲۰ روپے
ششماہی ۱۰ "
فی شمارہ ۲ "

ایڈیٹر و پبلشر: غلام رسول گوہر ● مطبع: لاہور آرٹ پریس انار کلی لاہور ● مقام اشاعت: کوٹ عثمان خان قصور ● کاتب: سید قمر الحسن جعفری

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں	۲
۲	حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	۶
۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (خلیفۂ اوّل)	۱۰
۴	حسنِ اخلاق کے پاکیزہ نمونے	۱۳
۵	ولادتِ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶
۶	ائمۂ دین کی نظر میں حدیثِ رسول کا احترام	۲۰
۷	حضرت امام حسین اور خلافت	۲۲
۸	اردو ترجمہ شرح نخبۃ الفکر	۲۳
۹	قوم مسلم میں کوتاہ بینی کی لعنت	۲۵
۱۰	امیر ملت، شہ جماعت	۲۹
۱۱	نعتِ سرکارِ دو عالم	کور صفحہ
۱۲	قصیدہ در مدح زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہٗ	، صفحہ ۳
۱۳	اخبار آستانہ عالیہ مرکز فیوضات روحانیہ	، صفحہ ۴
۱۴	گذارش !	،
۱۵	مخیر حضرات سے	،

دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام موجودہ اسلامی عبادت بیک وقت اپنے بندوں پر فرض نہیں کیں، بلکہ فطرتِ انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے رفتہ رفتہ احکام نازل فرمائے اور پھر آہستہ آہستہ لوگوں کو ان کا عادی بنایا۔ چنانچہ پہلے توحید و رسالت کا اقرار و یقین کرایا۔ پھر اخلاق و عادات کے درست کرنے پر توجہ دلائی، پھر نماز فرض کی، پھر روزہ، جہاد اور زکوٰۃ کے احکام نازل فرمائے۔ آخر میں فتح مکّہ کے بعد ۹ سنہ ہجری میں حج فرض کیا گیا۔

پہلے سال رسول اکرمؐ بعض ملکی و سیاسی مصروفیات کے پیش نظر حج کو تشریف نہیں لے جا سکے اور اپنی جگہ جناب صدیق اکبرؓ کو امیر الحجاج بنا کر روانہ فرما دیا اور دوسرے سال خود تشریف لے گئے۔ چنانچہ سنہ ھ میں ۲۶ ذیقعدہ کو ہفتہ کے دن ظہر کے بعد آپ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ کئی ہزار مسلمان آپ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ راستہ میں کئی جگہ قیام فرماتے ہوئے ۴ ذی الحجہ کو اتوار کے دن مکّہ میں داخل ہوئے۔ طواف و سعی سے فارغ ہو کر چار دن مکّہ میں قیام پذیر رہے۔ ۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ ۹ ذی الحجہ کو جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے اور کپڑے کے خیمے میں رونق افروز رہے۔ ظہر کے وقت اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور عام مسلمانوں کے اجتماع میں تقریر فرمائی۔ ارشاد فرمایا :-
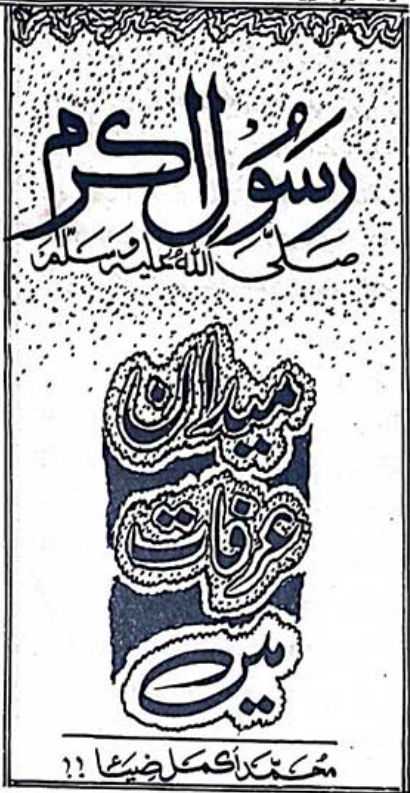
"دیکھو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔ آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "آج سے پہلے کے تمام سود اور خون کے دعوے باطل کرتا ہوں۔ اے لوگو! میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں، اگر اس کو مضبوط پکڑو گے تو

کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز قرآن مجید ہے۔ اس
موقعہ پر دوران وعظ میں یہ آیت نازل ہوئی:۔
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ـــــــ الخ

آنحضرتؐ جب تقریر ختم کر چکے تو حضرت بلالؓ
نے اذان کہی اور ظہر و عصر کی نماز ملا کر آپ نے ادا
فرمائی۔

غروب آفتاب کے بعد آپ عرفات سے روانہ
ہوئے۔ رات کو مزدلفہ میں قیام فرمایا۔ صبح کو منیٰ میں
واپس تشریف لائے۔ اور بڑے شیطان کے کنکر
مارے اور پھر مسلمانوں کے عظیم اجتماع پر نظر ڈالی۔
اور ۲۳ سالہ فرائض نبوت کے کامیاب نتائج کو دیکھ
کر خدا کا شکر ادا فرمایا۔

حضرت بلالؓ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے
اور حضرت اسامہؓ کپڑے سے سر مبارک پر سایہ کئے ہوئے
تھے۔ بہت سی نصیحت فرمانے کے بعد قربان گاہ پر
تشریف لائے۔ چند جانور خود ذبح کئے۔ باقی حضرت
علیؓ سے ذبح کرائے۔ معمرؓ بن عبداللہ سے بال اتروائے
جن کو حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے بڑی حفاظت سے
رکھ لیا۔ اس کے بعد مکہ تشریف لائے۔ کعبہ کا طواف
کیا۔ چاہ زمزم پر آئے۔ حضرت عباس نے پانی بھر کر
پیش کیا۔ آپ نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر ۳ سانس
میں پانی پیا۔ باقی کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد
پھر منیٰ میں واپس تشریف لے گئے۔ اور ۱۲ ذی الحجہ
تک وہیں قیام فرمایا اور زوال کے بعد شیطانوں کو
کنکر مارے۔ ۱۲ ذی الحجہ کو منگل کے دن ظہر کے وقت
روانہ ہو کر وادی محصب میں رات کو قیام فرمایا۔ صبح
کو مکہ آئے۔ آخری طواف کیا۔ مسلمانوں کے قافلوں کو
رخصت کیا اور خود بھی مہاجرین و انصار کے ساتھ،
مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں غدیر خم پر قیام
فرمایا اور تمام مسلمانوں کے سامنے تقریر فرمائی۔ ارشاد
فرمایا:۔

"لوگو! میں بشر ہوں۔ ممکن ہے خدا کا فرشتہ
جلدی آجائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے میں
تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب
جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ اس کو مضبوط
پکڑ لو۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں جن کے حق میں
تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ پھر یہ الفاظ ارشاد فرمائے
مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ
وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ:
یعنی جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہیے کہ
علیؓ کو بھی دوست رکھے۔ اے اللہ جو علیؓ سے محبت
رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علیؓ سے
عداوت رکھتا ہے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔"

یہ جمعہ کا دن تھا اور ذی الحجہ کی ۱۶ یا ۱۸ تاریخ
تھی۔ اس کے بعد کئی جگہ قیام کرتے ہوئے مدینہ آئے۔
سنیچر کا دن اور ذی الحجہ کی ۲۴ تاریخ سنہ ۱۰ ہجری تھی۔
اس سال کے ۲ ماہ محرم اور صفر آپ نے عبادت اور
وعظ و نصیحت میں گذارے۔ صفر کے آخر میں سورۂ
فتح نازل ہوئی۔ ۲۸ صفر کو منگل کے دن آنحضرتؐ آخری

مرتبہ بقیع تشریف لے گئے ۔ دیر تک ٹھہرے اور دعا فرمائی ۔ جب واپس تشریف لائے تو سر میں درد ہو رہا تھا اور بخار موجود تھا ۔ پیر کے دن پانچ ربیع الاوّل کو آپ کے بخار نے زیادہ شدّت اختیار کر لی اور کمزوری بڑھ گئی ۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مستقل آرام فرمانے لگے اور بڑی ہمّت کر کے مسجد میں تشریف لیجاتے ۔

۸ ربیع الاوّل جمعرات کے دن آپ نے سب سے آخری نماز پڑھائی ۔ عشاء میں جانا چاہتے تھے کہ غش آگیا ۔ افاقہ ہوا ۔ جانا چاہتے تھے مگر نہیں جا سکے ۔ حکم دیدیا کہ نماز حضرت ابوبکرؓ پڑھا دیں ۔

دوسرے دن مزاج میں سکون محسوس ہوا ۔ جناب علیؑ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ۔ بعد نماز تھوڑی دیر نصیحت فرمائی ۔ اور تمام پچھلی نصیحتوں کو یاد دلایا ۔ اس تقریر سے فارغ ہو کر آپ حجرہ میں تشریف لائے اور پھر دوبارہ نہیں جا سکے ۔ اس کے بعد آپ نے حجرہ کے دروازہ پر مسلمانوں کو بلا کر نصیحت فرمائی ۔ اور فرمایا

حیاکم اللہ بعدی باالسلام

ترجمہ: خدا تم کو میرے بعد سلامت رکھے !

حضرت علیؑ سے فرمایا ۔ مجھے بہت حفاظت سے غسل دینا کوئی میرے جسم کو برہنہ نہ دیکھے ۔ تین سفید کپڑوں میں کفن دے کر میرے جنازہ کو حجرہ میں رکھ کر چلے جانا ۔ میں اپنے خدا کے سامنے ہوں گا ۔ اور فرشتے میری نماز جنازہ پڑھیں گے ۔ پھر سب سے پہلے اہل بیت نماز پڑھیں ۔ پھر مہاجرین و انصار نماز پڑھیں ۔ قبر میں صرف اہل بیت اتاریں ۔ پھر فرمایا قلم دوات لاؤ ۔ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھوں ۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو روکا اور کہا مرض کی شدّت ہے ۔ آپ کو لکھنے میں تکلیف ہوگی ۔ ہمارے پاس قرآن موجود ہے ۔ اور وہ ہمارے لئے کافی ہے ۔ حاضرین میں اس بات پر اختلاف ہونے لگا اور کچھ لوگ آپؐ سے دوبارہ دریافت کرنے لگے ۔ آپ نے فرمایا ۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ۔ میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم بلاتے ہو ۔ مرض کی شدّت بڑھتی جا رہی تھی ۔ جناب علیؑ اور حضرت فاطمہؑ داہنے بائیں بیٹھے تھے ۔ جناب فاطمہؑ بے چین ہو کر کہہ رہی تھیں میرے ابّا جان کو بہت تکلیف ہے ۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ اور حضورؐ تسکین دے رہے تھے ۔

پانی کا پیالہ حضور اکرمؐ کے پاس رکھا تھا ۔ اس میں ہاتھ ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے تھے ۔ زبان مبارک سے کبھی فرماتے : مع الذین انعم اللہ علیھم کبھی فرماتے : اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ ۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے ۔ پیر کا دن ہے ۔ ظہر کی نماز ہو چکی ہے ۔ زبان مبارک پر یارب امتی یا رب امتی ہے ۔ اس کے بعد انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: بلی الرفیق الاعلیٰ : یعنی اب خدا کے سوائے کوئی دوست نہیں ہے ۔ تیسری مرتبہ اس جملہ کو زبان مبارک سے ادا کیا اور روح مبارک جسم اطہر سے ملاء اعلیٰ کو سدھاری : اناللہ وانا الیہ راجعون ط : یہ روح فرسا خبر آن واحد میں تمام شہر میں پھیل گئی ۔ (باقی صفحہ ۲۱ پر)

امام زین العابدین کے فرزند ارجمند ہیں۔ والدہ صاحبہ حضرت حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ گویا باغیچہ نبوت کے پھولوں کا بہترین خلاصہ تھے۔

آپ یکم رجب المرجب ۵۷ھ میں یعنی ۵ اکتوبر ۶۷۶ء کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ میدان کربلا میں اپنے والد اور دادا کے ساتھ موجود تھے۔ عمر تقریباً چار سال کی تھی اور قیامت خیز مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ کربلا سے اپنے پدر اعلیٰ بزرگوار کے ساتھ مدینہ واپس آگئے۔ ۳۵ سال اپنے والد کی خدمت میں حاضر رہے۔ جملہ علوم و فنون حاصل کئے۔ امام محمد باقرؑ نے بنی امیہ کے حسب ذیل بادشاہوں کا زمانہ دیکھا مگر سیاسی جوڑ توڑ سے ہمیشہ الگ رہے۔ امیر معاویہ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، مروان اوّل، عبدالملک بن مروان، ولید اوّل بن عبدالملک، سلیمان عمر ابن عبدالعزیزؒ، یزید ثانی، ہشام بن عبدالملک۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی۔ اور انگلستان میں وحشی اقوام آباد تھیں اور سلطنت روما کے زیر اثر تھیں۔

وجہ تسمیہ

آپ کو باقر اس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو شگافتہ کر دیا تھا۔ کیونکہ بقر کے معنی بیل کے ہیں جو ہل میں چلتے ہوئے زمین کو پھاڑتا چلا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے عبداللہ ابن جابر سے فرمایا تھا کہ میرا ایک بیٹا پیدا ہوگا۔ جس کا نام باقر ہوگا۔ لہٰذا تمہاری جب ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا۔

علم و فضل

اپنے والد امام زین العابدین جیسے مجمع البحرین کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ تحصیل علم کا ذوق فطرتاً طبیعت میں موجود تھا۔ گھر قرآن، حدیث اور فقہ کا خزانہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تجلیات علم پر سب متفق ہوگئے اور آپکا شمار فقہا اور ائمہ میں ہونے لگا۔ گھر والوں کے علاوہ حضرت انس ابن مالک، حضرت

سعید ابن مسیب رض، عبداللہ بن ابی رافع جیسے حضرات سے بھی استفادہ کیا تھا۔

جناب امام کی علمی فضیلت اور قابلیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے کے بڑے بڑے علماء، فقہا اور محدثین و ائمہ جیسے امام اوزاعی حضرت اعمش، علامہ ابن جریج، امام زہری، عمرو بن دینار اور ابو اسحاق سبیعی وغیرہ اکابر تابعین نے آپ سے فیوض حاصل کئے۔ اور آپ کے خرمن علم کی خوشہ چینی سے فائدہ اٹھایا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ علمی کمالات میں والد محترم سے بھی زیادہ بلند اور وسیع النظر تھے۔ محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میں علم میں آپ کے والد سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا تھا۔ مگر جب آپ کے علوم کی ضیاء پاشیوں نے عالم اسلامی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تو میرا خیال بدل گیا اور میں سمجھنے لگا کہ آپ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کَانَ سَیِّدُ بَنِی هَاشِم فِیْ زَمَانِهٖ۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ وہ جلیل القدر تابعی اور امام زمانہ تھے۔

حدیث گھر کی دولت تھی۔ آپ سے زیادہ نہ کوئی سمجھ سکتا تھا نہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ وہ گنج گرانمایہ تھا جس کو آپ نے اپنے والد سے بلاواسطہ اور خاندان کے دوسرے حضرات سے بالواسطہ حاصل کیا تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ کثیر العلوم والحدیث۔ فقہ میں خاص دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ امام نووی نے آپ کو امام الفقہاء میں شمار کیا ہے۔

اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ بڑی پابندی سے مسجد میں بیٹھ کر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے تھے۔ تمام عالم اسلامی کی علمی ضروریات کی تکمیل آپ ہی کی درس گاہ سے ہوا کرتی تھی۔ گویا ترویج علوم و فنون مقصد زندگی تھا۔

اخلاق و عادات

مالک خلق عظیم کے نواسے تھے۔ خاندانی تربیت نے حسن اخلاق کا پیکر مجسم بنا دیا اور اسلاف کرام کی ساری پاکیزہ ادائیں آپ کی ذات میں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں۔

خاندان میں سب سے زیادہ غریب تھے۔ مگر سب سے زیادہ سخی تھے۔ جمعہ کا صدقہ کبھی بند نہیں کیا۔ یتیم و مسافر کے بغیر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

قدرت نے بہت بامذاق طبیعت عطا کی تھی۔ مسکراہٹ ہمیشہ لبوں پر کھیلتی رہتی تھی۔ جب کوئی حاجت پیش آتی تو اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے دعا کرتے اور سب آمین کہتے جاتے۔ مسجد نبوی میں وعظ کے معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ انداز بیان بہت شیریں اور محبت آمیز ہوتا۔ آپ کے نصائح دل نشیں ہوتے چلے جاتے۔ بہت کثرت سے لوگ آپ کے وعظ میں شریک ہوتے۔ کبھی کبھی شاہان وقت کو یہ بات بہت کھٹکتی لیکن آپ کی سلامت روی اور سیاست سے علیحدگی کے باعث مجالس کو بند کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوتی۔

آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی وہ ہر وقت خدا کے ذکر سے گونجا کرتا تھا۔ چنانچہ وہی عبادت و ریاضت کی روح آپ کے بھی جسم و جان میں سرایت کر چکی تھی اور عبادت آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ بن گئی تھی۔ مبتلائے مصیبت کو دیکھ کر چپکے چپکے پناہ مانگتے، کبھی کسی کو یہ کہہ کر واپس نہیں کیا کر جاؤ برکت ہے۔

مظلوم کی حمایت، بیمار کی عیادت، پریشانوں سے ہمدردی، یتیموں سے محبت، بچوں پر شفقت اور بوڑھوں کا احترام آپ کے پاکیزہ معمولات میں داخل تھا۔ بہت نفیس اور خوش نما لباس زیب تن فرماتے اور بوسیدہ ہونے سے بہت پہلے غریبوں کو عنایت فرما دیتے۔

ہمیشہ سر جھکا کر چلتے، کبھی راستہ میں کھڑے ہو کر باتیں نہیں کرتے، آپ کی نگاہیں نیچی رہا کرتی تھیں۔ حتٰی کہ لوگوں کی معروضات بھی سنتے وقت بلا ضرورت کبھی نگاہ بلند نہ فرماتے۔

فراخ و روشن چہرہ، بھورے اور گھونگر دار بال اور باریک و خوش آئند آواز ہمہ تن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کرتی تھی۔

جب زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے تو وہی لباس پہنتے جو بیوی صاحبہ کو پسند ہوتا۔

ارشادات

ایک مرتبہ ارشاد ہوا۔ میرے والد نے اپنے انتقال کے وقت مجھے گلے سے لگا کر نصیحت فرمائی :۔

اے بیٹے! حق پر صبر کرو اگرچہ وہ کڑوا ہو۔

آپ نے فرمایا: صبر دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جو مصیبت کے وقت کیا جائے۔ دوسرا وہ جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیز کرنے پر کیا جائے اور یہ پہلے سے افضل ہے۔

سب سے کامل ایمان اس کا ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہے۔ کیونکہ میرے جدّ امجد نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میزان عمل میں سب سے بھاری اور اچھی چیز حُسنِ خُلق ہوگا۔

وہ مومن خدا کے نزدیک بہت با عزت ہے جس میں ۳ خصلتیں پائی جائیں۔

۱۔ معاف کرنا اس کو جس نے اس پر ظلم کیا ہو۔
۲۔ بخشش کرنا اس کو جس نے اس کو محروم کیا ہو۔
۳ صلۂ رحم کرنا اس کے ساتھ جس نے اس سے قطع رحم کیا ہو۔

فرمایا جس کو خدا پسند کرتا ہے اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے۔

ایک مرتبہ اسلام اور ایمان کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ ایمان وہ ہے جو قلب کی گہرائی میں قرار پکڑے اور بندہ کو خدا تک پہنچادے اور اسلام وہ ہے جو ظاہری قول و فعل تک رہے۔

فرمایا اسلام ان فضیلتوں پر شامل نہیں جو ایمان میں ہیں لیکن ایمان میں وہ تمام فضائل موجود ہیں جو اسلام میں ہیں جس طرح کعبہ میں مسجد کے فضائل شامل ہیں۔ مسجد میں کعبہ کے فضائل نہیں ہیں۔

ہماری محبت اس کو فائدہ پہنچائے گی جو خدا کا مطیع ہوگا۔

فرمایا میرے والد نے مجھے نصیحت کی ہے کہ پانچ آدمیوں سے کبھی مت ملنا (۱) فاسق (۲) کاذب (۳) بخیل (۴) احمق (۵) قاطع رحم۔

فرمایا انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ امور دین سے آگاہ ہو۔ مصائب پر صبر کرے اور زندگی ایک اندازہ کے مطابق گزارے۔

متکبر خدا سے اس کا لباس چھیننا چاہتا ہے۔

حضرت جابر سے فرمایا۔ اے جابر! ایک سواری ہے جس پر تم سوار ہو۔ ایک لباس ہے جس کو تم استعمال کرتے ہو۔ اور ایک عورت ہے جس سے تم صحبت کرتے ہو۔

آپ نے اپنے بیٹے امام جعفرؓ سے فرمایا۔ خدا نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔ اپنی رضا کو عبادت میں۔ اپنی ناراضگی کو معصیت میں۔ اور اپنے دوستوں کو مخلوق میں۔

فرمایا اے بیٹے! جب نعمت ملے تو کہو الحمد للہ جب سختی پیش آئے تو کہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ! اور جب رزق میں کمی ہو تو کہو استغفر اللہ!

فرمایا مومن کی شان یہ ہے کہ قدرت انتقام و عقوبت کے باوجود غصہ کو پی جائے۔ آپ نے ولی کی شناخت بتاتے ہوئے فرمایا۔ ولی صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر کام صرف اللہ کے لئے کرتا ہے۔

۲۰ سال کی صحبت رشتہ داری تک پہنچ جاتی ہے۔

وفات

امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ سخت بیمار ہوئے۔ ہم لوگ بیٹھ کر رونے لگے۔ آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا اپنا رونا بند کر دو۔ میں اس بیماری میں نہیں مروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو مجھ کو غسل و کفن کی وصیت فرمائی۔ میں نے عرض کیا آج تو آپ سب دنوں سے زیادہ تندرست معلوم ہوتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ کیا تم نے سنا کہ والد صاحب دیوار کے پیچھے سے پکار رہے ہیں۔ کہ اے باقر! جلدی کرو ہمارے پاس آنے میں۔

امام جعفرؓ فرماتے ہیں کہ انتقال کی رات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مناجات کر رہے تھے۔ جب فارغ ہو چکے تو مجھے قریب بلا کر فرمایا:

"اے پسر! آج میرا انتقال ہوگا۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی رات کے بعد انتقال فرمایا تھا۔"

وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے تم ہی غسل دینا۔ میری قبر چوڑی کھودی جائے۔ پھر آپ نے فرمایا: ہم گواہوں کو بلاؤ۔ میں نے بلایا تو آپ نے فرمایا: لکھو کہ خدا نے تمہارے لئے دین اسلام پسند فرمایا ہے۔ پس تم مسلمان مرنا۔ فرمایا جو چادر میں جمعہ کے دن اوڑھتا ہوں۔ تین کپڑوں کے علاوہ اسے بھی میرے کفن سے لپیٹ دینا۔ اور ایک عمامہ بھی باندھ دینا۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ۵۷ سال کی عمر [illegible]

ابتدائی حالات

حضرت ابوبکر صدیقؓ عرب کے مشہور اور معزز قبیلہ قریش سے تھے۔ پیدائش کے وقت والدین نے ان کا نام عبدالکعبہ (کعبہ کا بندہ) رکھا۔ مگر اسلام قبول کر لینے کے بعد آنحضرتؐ نے ان کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ ابوبکر آپ کی کنیت ہے۔ صدیق اور عتیق لقب ہیں۔ آپ زیادہ تر اپنی کنیت اور لقب صدیق سے، مشہور ہیں۔ آپ کے والد کا نام ابوقحافہ اور والدہ کا نام ام الخیر تھا۔

جوانی کے زمانے میں بھی یہ نہایت شریف اور خوش اخلاق تھے۔ ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہونے کے باعث اس زمانے کے علوم و فنون سے واقف تھے۔ فصاحت و بلاغت میں مشہور ہونے کے علاوہ شاعری میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی لکھی ہوئی مناجات بے حد مقبول ہے۔ غریبوں سے آپ ہمیشہ شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے اور اپنی نیک عادات کے باعث اپنی قوم میں محبوب اور ہر دلعزیز تھے۔ آپ کی عقلمندی اور انصاف پسندی کے باعث مکہ کے رہنے والے اکثر اہم معاملات میں آپ ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اہل قریش جنہوں نے صدیوں سے کسی بادشاہ یا حاکم کی تابعداری اور فرمانبرداری قبول نہ کی تھی اور ان کے معاملات چند معتبر اور معزز لوگ ہی طے کیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہ خدمت حضرت ابوبکر صدیق کے سپرد کر رکھی تھی۔ قبیلہ قریش میں اگر کوئی خون ہوتا تو اس کے خون بہا کا فیصلہ کرتے۔ اگر ملزم فوراً خون بہا کی رقم ادا نہ کر سکتا تو آپ اس کو مہلت دیکر ضامن بن جاتے جس سے فریق مخالف مطمئن ہو جاتا۔ عرب میں تجارت ہی ریاست، دولتمندی اور عزت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ عرب کے وہی لوگ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جن کی تجارت کا دائرہ وسیع ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابوبکر بھی انہی تاجر لوگوں میں شامل تھے۔ آپ کئی مرتبہ مال تجارت لے کر شام و یمن کے ملکوں میں گئے۔

آنحضرتؐ کے اعلانِ نبوت سے پہلے آپ تجارت کے سلسلے میں ملک شام میں مقیم تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک پاکیزہ نور آسمان سے اتر کر خانہ کعبہ کی چھت پر چمک اٹھا۔ اس کی شعاعیں مکہ اور اردگرد کی دنیا

میں پھیل گئی ہیں۔ اس کے بعد وہ نور سمٹ کر ان کے گھر میں جمع ہو گیا ہے۔

آپ نے اپنا خواب بحیرہ نامی راہب کے سامنے بیان کیا اور تعبیر دریافت کی۔ بحیرہ نے آپ سے پوچھا کہ "آپ کون ہیں؟"۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا حال اس کو بتایا۔ بحیرہ نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ خدا تم میں آخری نبی پیدا کرے گا۔ تم اس کے صحابیوں میں ہوگے۔ اور اس کی وفات کے بعد اوّل خلیفہ بنائے جاؤ گے۔

قبول اسلام

جب آپ سفر تجارت سے واپس مکہ آئے۔ تو حسب قاعدہ سرداران قریش سے ملے۔ باتوں باتوں میں حضرت ابوبکر صدیق نے ان سے پوچھا کہ مکہ کی کوئی تازہ خبر ہو تو بیان کرو۔ ابوجہل نے کہا کہ سب سے تازہ اور دلچسپ خبر یہ ہے کہ ابوطالب کے یتیم بھتیجے نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور کہتا ہے کہ بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستش کرو۔ جب محفل ختم ہوئی تو آپ سیدھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں داخل ہوئے۔ دوران گفتگو میں حضورؐ نے آپ کے روبرو اسلام پیش کرتے ہوئے ان کا خواب اور بحیرہ کی تعبیر کا پورا حال بیان کیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خواب کا کسی سے ذکر تک نہ کیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر سچے دل سے آنحضرتؐ پہ ایمان لے آئے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی۔ اس میں کچھ نہ کچھ تردد ضرور دیکھا مگر ابوبکر کو جس وقت دعوت دی گئی۔ انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

اخلاق و عادات

حضرت ابوبکر صدیق قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ فن تقریر میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ چنانچہ نماز جمعہ سے پہلے جو خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اس کی تازگی اور اثر سے حاضرین پر ہمیشہ ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ بڑے پرہیزگار اور سخی تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت اور بہتری کے لئے اپنی جائداد کی آخری چیز تک قربان کر دی۔ اپنی یہ حالت تھی کہ چغے میں بٹنوں کی جگہ کیکر کے کانٹے ٹانک کر گذارہ کر لیتے تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میں نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ دنیا میں ادا کر دیا لیکن ابوبکر کے احسانات مجھ پر باقی رہ گئے ہیں۔ ان کا بدلہ قیامت کو اللہ تعالیٰ دے گا"۔

وعدہ پورا کرنے والے اور غریب طبع تھے۔ رسولؐ خدا سے سچی محبت کرتے تھے

خلافت سے پیشتر آپ مدینہ کے ہمسایوں کی بکریاں تک چرا لایا کرتے تھے اور دودھ دوھ دیا کرتے تھے اور دوسرے مختلف کام کر دیا کرتے تھے۔ خلیفہ بن جانے کے بعد لوگوں نے آپ سے پوچھا "کیا اب آپ ہمارے کام نہ کیا کریں گے"۔ جواب دیا

کر ضرور کروں گا۔"

جناب صدیق اکبرؓ امت محمدیہ کے تمام لوگوں بلکہ انبیاؑ کے بعد کل بنی نوع انسان سے افضل و برتر تسلیم کئے گئے ہیں۔

حلیہ

آپ کا رنگ زردی مائل سفید اور جسم دبلا پتلا تھا۔ پیشانی بلند۔ آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں اور رخساروں پر گوشت کم تھا۔

خطبہ خلافت

جب تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جو "بیعت عام" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا فرمودہ مختصر خطبہ درج ذیل ہے۔

"میرے بھائیو! میں امارت کا خواہاں نہیں ہوں اور نہ میں نے خدا کے آگے اسکے لئے کبھی دعا مانگی۔ مجھے خوف ہے کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہوجائے۔ اس لئے میں اس بوجھ کو اٹھا رہا ہوں۔ اللہ مجھے اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت دے۔ مجھے تم نے امیر بنایا۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں کوئی غلطی کروں تو اصلاح کرنا۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اور اگر ان کے خلاف کروں تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔

نظامِ حکومت

آپ کے زمانہ خلافت میں جزیرہ نمائے عرب اسلامی انتظام کے ماتحت تھا۔ شام و عراق میں جنگ قائم تھی۔ وہاں کے مفتوحہ علاقوں کا انتظام خود امرائے لشکر کے متعلق تھا۔

کل عرب کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصہ میں خلیفہ کی طرف سے ایک امیر مقدمات کے فیصلہ، حدود شرعیہ کے اجراء اور نماز کے لئے مقرر تھا۔ وہی امیر اور وہی قاضی ہوتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کسی کو اپنا وزیر نہیں بنایا تھا صرف حضرت عمرؓ انکے مشیر تھے۔ اور مقدمات کے فیصلے بھی کر دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ جب تک شام کی مہم پر نہیں بھیجے گئے تھے۔ بیت المال کے امین بنے رہے۔ احکام حضرت زید بن ثابت لکھا کرتے تھے اور خطوط اور حالات حضرت عثمانؓ یا جو کوئی حاضر ہوتا۔

آپ نے عہد حکومت میں ایرانیوں اور رومیوں سے جنگیں لڑیں۔ ان بڑی جنگوں میں حضرت خالد بن ولید سپہ سالار رہے اور حضرت خالد بن ولید بڑے بہادر اور دلیر سپاہی تھے۔ آپ فوج کی قیادت اور ترتیب شاندار طریقہ سے سرانجام دیا کرتے تھے۔

آپ کی دلیری اور جنگی صلاحیت جنگ روم سے ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے چار جانباز سپہ سالاروں یعنی عمرو بن عاصؓ۔ یزید بن ابوسفیان۔ ابوعبیدہ اور شرجیل بن حسنہ کو ایک فوج کا کمانڈر مقرر کرکے روم کی طرف روانہ کیا۔ لیکن ان چاروں کمانڈروں سے تین مہینہ تک روم فتح نہ ہوسکا۔ آخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولید (باقی صفحہ ۱۵ پر)

حضرت ابوبکرؓ اور ضعیفہ کی خدمت

حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنے زمانہ خلافت میں ایک ضعیفہ کی خدمت کرنے اس کے گھر جایا کرتے تھے، بہت دن تک آپ کا یہ معمول رہا کہ صبح کو اس کے گھر جاتے اور دن بھر کی ضروریات اور کام کر کے واپس آجاتے۔

ایک دن حضرت عمرؓ کو بھی اس ضعیفہ کی خدمت کا خیال آیا۔ اور آپ علی الصبح اس کے مکان پر پہنچے مگر وہاں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے تمام کام کوئی انجام دے چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تعجب سے پوچھا اے میری بوڑھی ماں، یہ تمہارے تمام کام کس نے کئے ہیں۔

ضعیفہ نے عرض کیا بہت دنوں سے حضرت ابوبکرؓ آتے ہیں اور تمام کام انجام دے کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ان کے اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے بوڑھی عورت کا جواب سن کر فرمایا۔ "نیکی اور بھلائی کرنے میں حضرت ابوبکرؓ سے کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ کام انہیں کا ہو سکتا ہے۔"

حضرت براء ابن فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے حکم دیا ہے کہ مریض کی تیمار داری یعنی اس کی دیکھ بھال اور خدمت کرو۔

(بخاری)

حضرت علیؓ کی بیمار سے ہمدردی

حضرت فاطمہؓ نے بیماری میں انار کھانے کی خواہش کی۔ حضرت علیؓ تلاش کرتے گئے۔ بڑی مشکل سے ایک انار دستیاب ہو سکا۔ آپ انار لئے ہوئے آرہے تھے کہ راستے میں ایک پردیسی بخار کی شدت میں دیوار کے سہارے بیٹھا

ہوا کراہ رہا تھا۔ حضرت علیؓ بیمار کا حال پوچھنے پاس بیٹھ گئے۔ بیمار آپ کو پہچانتا نہیں تھا۔ حضرت علیؓ کے پوچھنے پر اس نے کہا۔ پیاس بہت لگی ہے۔ گلا خشک ہوا جا رہا ہے۔ اگر آپ تھوڑا انار عنایت کریں تو مہربانی ہوگی۔ حضرت علیؓ نے نصف انار بیمار کو کھلا دیا اور پھر حال پوچھا تو اس نے کہا بہت تسکین ہوگئی ہے۔ اگر یہ آدھا بھی کھلا دیں تو میری تکلیف دور ہو جائے گی۔ جناب علیؓ نے اس آدھے کے بھی دانے نکال کر کھلا دیئے اور پھر آپ نے پوچھا بھائی مسافر تم کہاں کے رہنے والے ہو اور یہاں مدینہ میں کس غرض سے آئے ہو؟

مسافر نے جواب دیا میں یمن کا رہنے والا ہوں یہاں حضرت علیؓ سے ملنے آیا ہوں۔ مگر راستہ میں بیمار ہوگیا اور یہاں پہنچ کر تو چلنے کی سکت باقی نہیں اور میں ان کے گھر تک بھی نہیں پہنچ سکا۔

حضرت علی مرتضیٰ نے بیمار کی داستان کو سنا اور پھر فرمایا۔ بھائی! تم بہت خوش قسمت ہو۔ میرا ہی نام علی ہے۔ خدا نے تمہارے اوپر مہربانی فرمائی اور میں خود ہی تمہارے پاس آگیا۔ مسافر کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اور وہ خوش خوش اپنے کرم فرما میزبان کے ساتھ مسجد نبوی میں آکر مقیم ہوگیا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ جب مکان پر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ آئے تھے اور بہت سے انار بی بی فاطمہؓ کے لئے دے گئے ہیں۔

احترام رسولؐ کی یادگار مثال!

حضرت ابو ایوب انصاری مدینہ کے وہ پہلے صحابی ہیں جن کو اپنے مکان میں حضور اکرمؐ کو ٹھہرانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضور اکرمؐ ہجرت فرما کر جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے قیام کے لئے اپنا مکان پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے سہولت کی غرض سے نیچے کے حصہ میں قیام فرمایا۔ بالاخانہ پر خود حضرت ایوب انصاری رہنے لگے۔ چند روز کے بعد ایک دن رات کو سونے سے پہلے یہ خیال آیا کہ یہ تو بڑی گستاخی ہے کہ ہم لوگ بالاخانہ پر رہیں اور رسول اکرمؐ نیچے آرام فرمائیں۔ یہ خیال اتنا بڑھا کہ تڑپ کر بستر سے اٹھ بیٹھے۔ بیوی سے ذکر کیا وہ بھی نادم ہونے لگیں۔ آخر بستر لپیٹ دیئے گئے۔ میاں بیوی نے تمام رات دیوار کے سہارے سے بیٹھ کر صبح کر دی۔ فجر کے بعد خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضور اکرمؐ نے خیریت پوچھی۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے تمام واقعہ سنایا اور دست بستہ عرض کیا حضور والا بے ادبی معاف فرمائیں اور ابھی بالاخانہ پر تشریف لے جائیں تاکہ ہماری بے چینی دور ہو۔

حضور اکرمؐ نے اپنے عاشق کی درخواست کو قبول فرمایا اور بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن کامل نہیں ہوتا جو مجھے اپنی ہر چیز سے زیادہ عزیز نہ رکھے۔

(نسائی)

سخاوت اس کو کہتے ہیں!

حضور اکرمؐ مسجد نبوی میں رونق افروز ہیں۔ صحابہ کرام ماہتاب رسالت کو اس طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ جیسے ستارے چاند کو۔ ایک سائل نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں حاجت مند ہوں۔ کچھ عنائت فرمائیے۔

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ جاؤ ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے لو۔ سائل ذات اقدس کی اس سخاوت سے خوش ہوتا ہوا واپس جانے لگا۔ آپؐ نے واپس بلایا اور فرمایا مجھے بڑا تعجب ہے کہ تم ایک بکری کے ملنے پر اس قدر خوش ہو؟

سائل نے عرض کیا حضورؐ جس کم نصیب کو زندگی میں ایک مرغی کے ملنے کی امید نہ ہو اسے بکری مل جائے تو خوش تو ہونا ہی چاہیئے۔

سرکار دو عالمؐ سائل کے جواب سے بیحد متاثر ہوئے ارشاد فرمایا' ہم نے اپنی ملکیت کی اسّی بکریاں سب تم کو دیدیں۔ اور وہ غلام بھی تم کو دیدیا جو ان بکریوں کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ ہے سخاوت کی وہ مثال جس کی نظیر دنیا کے دولت مند پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

سچ فرمایا آقائے دو عالمؐ نے

خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا۔ قصور معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے۔ اور تواضع کرنے والا کا رتبہ بلند ہوتا ہے۔ (مسلم)

رسول اکرمؐ کی شان مساوات!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری کے زمانہ میں اعلان فرمایا۔ جس شخص کا مجھ پر کچھ قرض ہو وہ وصول کرلے۔ جس شخص کو میرے ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچی ہو وہ اس کا بدلہ لے لے۔ یہ فرمان نبویؐ سن کر ایک غریب مگر عاشق صادق صحابی حضرت عکاشہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! بہت دن ہوئے ایک مرتبہ راستے میں چلتے ہوئے آپ کے دستِ مبارک کی چھڑی میری پیٹھ پر لگ گئی تھی۔ لہٰذا ارشادِ گرامی کے مطابق حاضر خدمت ہوا ہوں اور بدلہ لینا چاہتا ہوں' بارگاہ رسالت میں بڑے بڑے صحابہ موجود تھے۔ عکاشہ کی اس جرأت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کچھ لوگ چاہتے تھے کہ عکاشہ کو ان کی بیباکی اور بے ادبی کا جواب دیں۔ مگر رسول اکرمؐ کی خاموشی کو دیکھ کر خاموش رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھڑی منگوا کر عکاشہ کو دی اور فرمایا "بدلہ لے لو" حضرت عکاشہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! جس وقت آپ کی چھڑی میری پشت پر لگی تھی اس وقت میں برہنہ پشت تھا۔ اللہ کے رسولؐ نے بیماری کی حالت میں اپنے کرتہ کو "اُلٹتے" ہوئے فرمایا۔ عکاشہ میری برہنہ پشت حاضر ہے " بدلہ لے لو"۔

عکاشہ جن کا عشق صادق کام (باقی صفحہ ۲۳ پر)

م۔ ن۔ اختر، نارووال

ولادتِ نبی کریم رؤف الرحیمؐ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم: وقال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید: قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ، رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقہو قولی ۔صدق اللہ العظیم !

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

آج ۱۲، ربیع الاول ہے ۔ آج کا دن محتاج تعارف نہیں ہے ۔ آج کے دن باعث کائنات فخر موجودات بر لبادۂ بشریت دنیا میں تشریف لائے ۔ کائنات کا یہ سارا پروگرام خالق حقیقی نے محض اور محض اس حبیبؐ بےنظیر کی خاطر تخلیق فرمایا۔ اُس خالق کائنات کا اس باعث کائنات کے متعلق فرمان ہے :"اگر میں نے تجھے پیدا نہ فرمانا ہوتا تو افلاک کو پیدا نہ فرماتا۔ گویا کائنات و مافیہا کا وجود اسی وجود پاک سے ہے ۔ پوری کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اس وجود پاک کا مرہون منت ہے اور محتاج ہے ۔ ذرا قریب آئیں تاکہ میں اپنے ناقص اور نامکمل ذہن کے مطابق آیات قرآنی اور احادیث محبوب ربانی کی روشنی میں آپ کی روحانی سرزمین کو سیراب کرنے کی کوشش کروں ۔ کیونکہ حضورؐ کی ذات کریمہ اور شخصیت رؤف الرحیم وہ آفتاب رحمت ہے جسے خالق خدائی نے پوری خدائی کے لئے تخلیق فرمایا ہے ۔ کسی شاعر نے اس آب رحمت کا سہارا لے کر خوب کہا ہے ۔

سیراب ہے اک دنیا اس رحمتؐ عالم سے
ہے رحمتؐ عالم کا دربار مدینے میں ۔۔۔!

کائنات کی کوئی چیز ابھی معرض وجود میں نہیں آئی تھی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ بے نظیر کے نور مبارک کو پیدا فرمایا تھا ۔ حدیث میں ہے ۔حضرت جابرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ! ذرا یہ تو فرما دیں کہ اللہ نے سب سے پہلے کیا پیدا فرمایا : آپؐ نے فرمایا : اول ماخلق اللہ نوری من نورہٖ : سب سے پہلے اللہ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا ۔

حضور اکرم شفیع المعظمؐ کے نور کو پیدا فرما کے پوری کائنات کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ رب العلمین نے فرمایا کہ میں نے تمہاری طرف نور اور کتاب مبین بھیجی ہے ۔ یہ اوپر تلاوت کی گئی آیات کا مختصر ترجمہ ہے ۔ جس کے متعلق علماء اکرام بیان فرماتے ہیں کہ یہاں نور سے مراد نبی کریمؐ رؤف الرحیم کی ذات کریمہ ہے ۔ اور کتاب مبین

سے مراد قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر نعمت ہائے گوناگوں سے نوازا ہے۔ جن کا شمار ناممکن ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے اپنی کسی نعمت کو نہ سراہا ہے اور نہ جتلایا ہے۔ پوری کائنات نعمتوں سے بھری پڑی ہے۔ جن میں سے کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ بڑی سے بڑی نعمت کو بھی احسان کہہ کر نہیں جتلایا ہے۔ اگر جتلایا ہے تو صرف ایک نعمت کو اور وہ ہے نعمت عظمیٰ نبی کی ذات گرامی رحمت تمامیؐ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی پاکؐ کو بھیج کر تم پر احسان عظیم کیا ہے۔ خدا کا یہ احسانِ عظیم اور نعمت عظمیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ۱۲ ربیع الاول کو عالم دنیا میں تشریف لانا ہے۔ جس کی تشریف آوری اور ولادت باسعادت کی خوشی ذرے ذرے، کونے کونے، قریے قریے اور شہر شہر نے منائی۔ عرشیوں نے منائی فرشیوں نے منائی۔ جن و انسان نے منائی۔ حور و غلمان نے منائی۔ تحت الثریٰ سے لے کر عرشِ معلیٰ تک مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک کی پوری مخلوق نے ولادت رسولؐ منائی۔ کائنات اور کائنات والے بھی کیوں نہ مناتے دوستو یاد رکھو اگر میرے اور آپ کے آقا و مولا تشریف نہ لاتے یہ زمین و زمان، یہ مکین و مکان، یہ چنیں و چناں، یہ دونوں جہاں، یہ دہن میں زبان، یہ بدن میں جان، ہمارا آنا یہاں اور اٹھنا وہاں۔ یہ کلیم و نجی۔ یہ مسیح و صفی۔ یہ خلیل و رضی۔ یہ رسول و نبی۔ یہ عتیق و وصی۔ یہ غنی و علی۔ یہ غوث و ابدال یہ قطب۔ یہ حکومت کل یہ ولایت کل ہرگز ہرگز نہ ہوتے نبی پاک صاحب لولاکؐ تشریف لاتے تو سب کچھ آیا ورنہ عدم ہی رہتا۔ وجود نہ ہوتا بلکہ شانِ ربوبیت کا بھی پتہ نہ چلتا۔ جس کا میں نے خود عرض کیا ہے۔

صحابہؓ کو جو شان ملی تو تیرے صدقے
بنا جو بھی غوث اور ولی تو تیرے صدقے
میں تو یہاں تک کہہ دوں گا اے اختر
شانِ ربوبیت اگر چلی تو تیرے صدقے

قارئین کرام! طوالت مضمون سے خوف کھاتا ہوں ورنہ سخن بسیار است۔ حضور اکرمؐ کی ولادت باسعادت کے چند ایک واقعات عرض کروں گا۔ دربار رسالت میں اگر یہ لفظوں کا نذرانہ قبول ہو جائے تو راقم و قاری کے دونوں جہان سنور جائیں گے۔

تاجدارِ حرم ہو نگاہ کرم!
ہم غریبوں کے دن بھی سنور جائیں گے

○ آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں نے ولادتِ حضورؐ کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

○ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس وقت حضرت آمنہؓ والدہؓ رسول کریمؐ کے پاس تھی۔ جس رات آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور ہی

نور پاتی اور محسوس کرتی تھی۔ جیسے ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب نبی پاکؐ صاحب لولاکؐ پیدا ہوئے تو ایک نور برآمد ہوا جس سے ہر شے روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

○ ایک دوسری روایت ہے کہ اس نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور آپؐ کی والدہؓ نے ان کو دیکھا۔

○ ایک مشہور روایت میں ہے کہ رسول پاکؐ کی والدہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ آپؐ صاف پیدا ہوئے یعنی آپؐ کے ساتھ کوئی آلودگی نہ تھی۔ اور جب آپ زمین پر تشریف لائے تو آپ اپنے دست مبارک کے سہارے بیٹھ گئے۔

○ ابن عساکر نے عروہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک جماعت قریش کی جن میں ورقہ بن نوفل بھی تھے ان لوگوں کا ایک مشترکہ بت تھا۔ ایک رات جب اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ منہ کے بل اوندھا پڑا ہے۔ انہوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بت کو سیدھا کر دیا۔ کچھ دیر گذری تو وہ پھر منہ کے بل گر پڑا۔ انہوں نے دوبارہ سیدھا کر دیا۔ تیسری مرتبہ وہ پھر گر پڑا۔ اب عثمان نے کہا کہ کوئی خاص بات ہوئی ہے۔ یہ دیہاسات تھی

جس میں آپ پیدا ہوئے۔ پھر اس بت سے مخاطب ہوئے۔ اے خوشی و انبساط کے صنم! منہ کے بل گرنے کی وجہ کیا ہے۔ بت کو اللہ نے قوت گویائی دی تو کہنے لگا۔ میرا گرنا اس مولود کی وجہ سے ہے۔ جس کے طفیل کرۂ زمین مشرق و مغرب کے تمام راستے منور و درخشاں ہو گئے ہیں۔ تمام بت گر گئے ہیں۔ تمام بادشاہوں کے دل اس کے رعب اور دبدبہ سے لرزہ بر اندام ہو گئے ہیں۔ فارس کے تمام آتش کدے بجھ گئے ہیں۔ فارس کے اعلیٰ مرتبت بادشاہ کو شدید درد و تکلیف کا سامنا ہے۔ کاہنوں کے پاس غیبی خبریں لانے والے جنات کو روک دیا گیا ہے۔ اب سچی خبر ہے نہ جھوٹی ان کے پاس۔ تو اے اولادِ قصی! تم اپنی راہِ ضلالت اور کجروی سے لوٹ کر اسلام کی راہ اور کشادہ منزل کی طرف دوڑ کر پہنچو۔"

○ میں نے پچھلی سطروں میں عرض کیا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ہر کس و ناکس سب نے منائی حتیٰ کہ چچا ابولہب نے بھی ولادت کے وقت فرطِ مسرت کا اظہار کیا۔ جس کا رب العزت نے احسن صلہ دیا۔ کتابوں میں یوں آیا ہے کہ ابولہب کی ثوبیہ نامی ایک لونڈی تھی۔ جب نبی پاکؐ صاحب لولاک دنیا میں تشریف لائے۔ اس لونڈی نے حضورؐ کی ولادت کی خوشخبری ابولہب کو دی کہ آج تیرے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس نے سنا کہ اللہ نے واقعی میرے مرحوم بھائی کے گھر کو آباد کیا ہے۔ بڑا خوش ہوا۔ اور فرطِ مسرت سے انگشت شہادت سے اشارہ

کر کے کہنے لگا۔ جاؤ ثوبیہ! میں نے تمہیں آزاد کیا۔ تو نے مجھے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری دی ہے۔ ابولہب کافر تھا۔ مر کر واصلِ جہنم ہوگیا۔ تو اپنے بھائی عباسؓ کو خواب میں ملا۔ حضرت عباس نے پوچھا سناؤ کیا حال ہے۔ ابولہب نے جواب دیا! سخت سے سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں۔ چھ روز سخت سے سخت تر مصیبت کا سامنا ہے۔ ہاں ایک روز سوموار کا ہے۔ جس دن عذاب سے نجات ملتی ہے۔ ورنہ کچھ نہ پوچھو۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا۔ کہ اس روز میں نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو انگشتِ شہادت کے اشارے سے آزاد کیا تھا۔ چونکہ یہ دن حضورؐ کی ولادت باسعادت کا دن ہے اور بہ حرمت مصطفیٰ عذاب سے نجات ہوئی ہے۔ اور میری اس اس انگشت شہادت سے میٹھا رس ٹپکتا رہے جس کو میں چوستا ہوں اور میری سات دن کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ عذاب سے جسم جو چکنا چور ہو جاتا ہے، طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔ جسم مکمل آرام اور سکون پاتا ہے۔ حضرات غور فرمایئے! ابولہب قطعی کافر تھا۔ سو فی صد بے ایمان تھا۔ دولت ایمان سے محروم ہی رہا اور مرگیا۔ حضورؐ کے صدقے اس پر فضل خدا ہوگیا۔ ہم تو کلمہ گو اور صاحب ایمان ہیں کیا ہم پر فضل نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا۔

۵ چونکہ ہم کافی دور چلے گئے ہیں۔ آخری روایت سے ختم کر دوں گا۔ حضرت عمر بن قتیبہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے جو علوم کے مخزن تھے۔ جب حضرت آمنہؓ کے ہاں ولادتِ رسولؐ کا وقت قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آسمانوں اور جنت کے تمام دروازے کھول دو۔ فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم دو۔ فرشتے باہم مژدے سناتے اترے۔ دنیا کے پہاڑوں کا ارتفاع بڑھ گیا۔ سمندروں کی سطح گہری اور دریاؤں کی روانی تیز ہو گئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا ڈال دیا گیا۔ اس کی اولاد اور سرکش جنوں کو پاؤں میں زنجیر ڈال کر بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نورِ عظیم کا لباس پہنایا گیا۔ ستر ہزار حوریں خلا میں اس کے سر ایستادہ کی گئیں۔ جو ولادت رسولؐ کا انتظار کر رہی تھیں۔ اس سال سارے جہاں کی عورتوں کے لئے بحرمتِ محمد مصطفیٰ حکم دیا کہ اولادِ نرینہ سے حاملہ ہوں۔ کوئی درخت ایسا نہ تھا کہ جس میں پھل نہ آیا۔ کسی قسم کا خوف نہ تھا دور دراز علاقوں میں امن اور عافیت تھی حضورؐ کی ولادت پر رحمت کی بارشیں ہونے لگیں۔ ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں۔ سارا جہان نزہت و نور سے معمور ہوگیا۔ ملائکہ آپس میں مبارکباد دینے لگے۔

مزید تبرک کے طور پر چند جسمانی خصوصیات کا ذکر کر دینا ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول مقبولؐ ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ یعنی دنیا کی غلاظت و ناپاکی (باقی صفحہ ۳۰ پر)

آئمہ دین کی نظر میں حدیثِ رسولؐ کا احترام

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد بعض صحابیوں پر آپ کے فراق اور جدائی کا اتنا غلبہ ہوا کہ ان کے لئے "رسول اللہ" کا لفظ زبان پر لانا دشوار ہوگیا اور اگر احیاناً حدیث کی روایت کے سلسلے میں زبان پر رسول اللہ کا لفظ آتا تو وہ ایسے بے تاب ہوتے کہ پھر ان کا سنبھلنا مشکل ہوجاتا۔ چنانچہ عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابن مسعود کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ان کو "قال رسول اللہ" کہتے نہیں سنا تھا۔ ایک دن انہوں نے حدیث بیان فرمائی تو اس کے ضمن میں ان کی زبان پر "قال رسول اللہ" جاری ہوا۔ تو ان کی طبیعت اس قدر بے قابو ہوگئی کہ ان کو پسینہ آگیا۔ اور بار بار پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے کے وقت ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔

مدینہ کے قاضی ابراہیم بن عبداللہ بن قریم الصاری نے بیان کیا کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوحازم کی مجلس کے پاس سے گذر گئے۔ اس وقت وہ حدیث بیان کر رہے تھے۔ حضرت امام مالک سے پوچھا گیا کہ آپ وہاں حدیث سننے کے لئے کیوں نہیں ٹھہرے۔ حضرت امام مالک نے جواب دیا۔ مجلس میں بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ اور کھڑے ہوکر حدیث کا سننا مجھے پسند نہیں اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک آدمی ابن مسیب کے پاس آیا۔ جب ان کو علم ہوا کہ وہ حدیث رسول اللہ سننے کے لئے آیا ہے۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ حدیث کی تعظیم کے لئے اٹھ کر بیٹھے۔ آنے والے نے کہا آپ نے مشقت اٹھائی۔ آپ لیٹے رہتے تو کیا مضائقہ تھا؟ آپ نے فرمایا کہ لیٹے ہوئے حدیث بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔

ابن سیرین کے متعلق منقول ہے کہ وہ ہنس رہے تھے کہ اچانک آپ کے پاس حدیث رسولؐ کا ذکر شروع ہوا۔ آپ نے ہنسی چھوڑ دی اور ادب سے سر جھکا کر سنجیدہ ہوکر بیٹھ گئے۔

ابو مصعبؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان کرتے

ہیں کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے
وضو حدیث بیان کرنا گناہ جانتے تھے۔ ایک روایت
میں آیا ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حدیث بیان کرنے کے لئے غسل کرتے اور نیا
لباس پہنتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اتنا اہتمام
کیوں کرتے ہیں تو فرمایا حدیث کی جلالت شان
کے سبب ۔ حدیث کا ادب کرنا اور اس کی
تعظیم کے حقوق بجالانا ہم مسلمانوں پر واجب ہے۔

حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ
امام مالک کے پاس جب لوگ آتے تو ان کی خادمہ ان سے
پوچھتی کہ شیخ فرماتے ہیں کہ تم حدیث سننے کے لئے آئے ہو
یا مسائل پوچھنے کے لئے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم مسائل پوچھنے کیلئے
آئے ہیں تو آپ بے تکلف ان کو جس حال میں ہوتے
مسائل بتادیتے اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث سننے کے
لئے آئے ہیں تو آپ غسل خانہ میں جاتے اور غسل کرتے
پھر نیا لباس پہنتے اور خوشبو لگاتے اور ایک بڑی چادر
کی بکل مارتے اور سر پر دستار رکھتے اور ایک اونچی
مسند آپ کے لئے رکھی جاتی۔ اس پر آتے پھر سر کو جھکا کر
نرم آواز کے ساتھ حدیث رسولؐ کو بیان کرتے اور فرمایا
کرتے کہ میں محبت رکھتا ہوں کہ حدیث کو ادب اور تعظیم
اور طہارت سے بیان کروں ۔

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان
کرنے کے وقت اگر حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بے وضو ہوتے تو تیمم کر لیتے ۔

عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی مجلس میں تھا۔ آپ حدیث بیان فرما رہے تھے میں
نے دیکھا کہ ایک زہریلے بچھو نے آپ کو سولہ بار ڈسا۔ آپ
کے چہرے کا رنگ زرد ہوا اور درد کی شدت کو برداشت
کیا مگر حدیث کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہ آپ نے
اپنی نشست کی ہیئت کو بدلا اور نہ آپ نے حدیث کو قطع کیا۔
جب آپ فارغ ہوئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے اسکا
ذکر کیا آپ نے فرمایا مجھ کو علم ہے مگر میں نے حدیث کا قطع
کرنا خلاف ادب جانا تھا اور جو اذیت مجھے پہنچی اس پر
میں نے صبر کیا ۔

ابن مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت
امام مالک کے ہمراہ عقیق کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں
میں نے آپ سے حدیث کا سوال کیا۔ آپ بہت خفا ہوئے
اور مجھے جھڑکی دیتے ہوئے کہا کہ میں تم کو اس سے بلند تر
سمجھتا تھا کہ تو مجھ سے راہ چلتے ہوئے حدیث کا سوال کرے۔

جریر بن عبدالحمید قاضی کھڑا تھا۔ اس نے اس
حال میں امام مالک سے حدیث کا سوال کیا۔ حضرت امام
مالک نے اس کو بہت معیوب جانا اور حکم فرمایا کہ اس کو
قید کیا جائے ۔ عرض کی وہ تو قاضی ہے۔ آپ نے فرمایا:
وہ تادیب کے زیادہ لائق ہے ۔

ایسے ہی ہشام غازی نے جبکہ وہ کھڑا تھا امام مالک
سے حدیث کا سوال کیا۔ اس پر آپ بہت خفا ہوئے ۔
اور اس کو دس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جب دس
کوڑے اس کو مارے گئے۔ تو آپ کو اس پر رحم آیا ۔
آپ نے اس کو بیس حدیثیں سنا دیں۔ (باقی صفحہ ۳۰ پر)

محمد امین
قادری
محمودی

اسوۂ حسینی کی یاد تو ہر ماہ محرم الحرام میں بڑے زور شور سے منائی جاتی ہے مگر کبھی ہمارے بھائی یہ خیال بھی لاتے ہیں کہ انہوں نے جس مقصد کے لئے قربانی دی تھی ہم اس کے لئے کیا کر رہے ہیں۔ اور کیا اب بھی اسوۂ حسینی کے تازہ کرنے کی ضرورت ہے یا صرف اسی دور میں قیام خلافت راشدہ کی ضرورت تھی اور اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنے شیعہ اور سُنّی بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ قیام خلافت کے لئے کیا جدوجہد کر رہے ہیں ذرا سوچیں ان کا اپنا کیا ذہن ہے اور وہ کس حد تک ان کی یاد تازہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ حویلیاں میں بیٹھا ہوا خاندانِ سادات کا ایک مایہ ناز فرزند حسینی آواز بلند کر رہا ہے۔ تو کتنے مسلمان اس صدا پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جنہوں نے یہ سوچنے کی تکلیف گوارہ کی ہے کہ اس نعرۂ خلافت میں اسوۂ حسینی پوشیدہ ہے کتنے ایسے ہیں کہ جن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت حسینؓ نے تو قیام خلافت کے لئے سب کچھ لٹا دیا تھا۔ ہم نے کیا لٹایا۔ انہوں نے اپنی جان دی، ہم نے کیا تکلیف اٹھائی۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال کی شہادت پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ ہم نے کیا کیا۔ انہوں نے قیام خلافت کے لئے دور دراز کا سفر نمونہ سفر اختیار کیا تو ہم نے اس راہ میں کتنے قدم اٹھائے۔ انہوں نے اپنی سب دولت لٹائی ہم نے کتنے پیسے خرچ کئے۔ انہوں نے اپنے ناموس کو قربان کیا تو ہم نے دشمنانِ خلافت کے کس قدر سب وشتم برداشت کی۔ وہ خلافت کے لئے بھوکے پیاسے رہے۔ تو ہم نے کتنے فاقے کئے۔ انہوں نے احیائے خلافت کے لئے اپنے اہل وعیال کو بے آب ودانہ رکھا تو ہم نے اپنے اہل وعیال کو خلافت کے لئے کس حد تک قربان کیا۔ انہوں نے اپنا اور اپنے پیاروں کا خون دیا تو کیا ہم نے بھی کوئی قطرۂ خون اس پاک دعوت کے لئے بہایا، انہوں نے احیائے خلافت کے لئے ساری دنیا کو چھوڑا۔ تو ہم نے اپنے کس عیش وآرام سے منہ موڑا۔ وہ قیام خلافت کے لئے کسی طمعِ دنیوی کا شکار نہ ہوئے۔ تو ہم نے کس دنیا کو ٹھکرایا۔

دوستو! سال کے سال محرم الحرام آتا ہے۔ آؤ حسینی پیمان باندھیں۔ معلوم نہیں اگلے سال زندگی رہے نہ رہے اور مفکرِ خلافت (باقی صفحہ ۲۰ پر)

یہ کتاب فنِ اصولِ حدیث میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند اور مشہور کتاب ہے جو دینی مدارس میں طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔ اس کا ترجمہ ہر اشاعت میں شائع ہوتا ہے۔ اس سے قبل اس کی تین قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔ اب حالیہ اشاعت میں اس کی چوتھی قسط حاضر ہے۔ پڑھیں اور استفادہ کریں! (گوہر)

جو حدیثیں اس کے ماسواء ہیں ان کی صحت پر علماء کا اجماع ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ ان حدیثوں کی صحت پر اجماع نہیں بلکہ ان حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر اجماع ہے تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ حدیثوں کا واجب العمل ہونا ان حدیثوں کی صحت کا ضامن ہے۔ اس لئے کہ واجب العمل وہی حدیث ہوتی ہے جو صحیح ہو تو جب ان حدیثوں کے واجب العمل ہونے پر علماء کا اجماع ہے تو گویا ان کے صحیح ہونے پر اجماع ہوا۔ اگر شیخین ان حدیثوں کا صحیحین میں اخراج نہ کرتے تو ان حدیثوں کی کوئی مزیت وفضیلت نہ ہوتی اور اس پر اجماع منعقد ہے کہ دونوں کتابوں کی فضیلت ان حدیثوں کی صحت کی شہادت ہے جو ان میں درج ہیں اور ان لوگوں میں جنہوں نے کہا کہ جس حدیث کو شیخین نے نکالا یعنی نقل کیا ہے وہ علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ استاذ ابو اسحاق اسفرائی اور آئمہ حدیث سے ابو عبداللہ الحمیدی اور ابوالفضل ابن طاہر اور ان کا غیر ہے۔ اور احتمال ہے کہ مذکورہ مزیت وفضیلت اس لئے ہے کہ ان دونوں کتابوں کی حدیثیں اصح الحدیث ہیں۔ اور جو حدیثیں صحت کے بہت سے قرائن میں گھری ہوئی ہیں ان میں سے حدیث مشہور بھی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے طرق جدا جدا ہوں۔ اور راویوں کے ضعف وعلل سے سالم ہوں اور جن لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ وہ استاد ابو المنصور بغدادی اور استاذ ابوبکر بن فورک اور ان کا غیر ہے۔ اور ان حدیثوں سے جو بہت قرائن والی ہیں۔ وہ حدیث بھی ہے جو محققین آئمہ حدیث کے ساتھ مسلسل ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ غریب نہ ہو۔ مانند اس حدیث کے جس

کو امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں اور اسی حدیث
کو آپ کا غیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرے۔
اور آپ کے ساتھ روایت حدیث میں شریک ہو جائے
اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا غیر امام مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے شریک ہو جائے
اس لئے کہ یہ حدیث اس کے سامع کے نزدیک راویوں
کی جلالت شان کی وجہ سے استدلال کے ساتھ علم کا فائدہ
دیتی ہے اس لئے کہ اس کے راویوں میں جو بلند مرتبہ
اور لائق اوصاف پائے گئے ہیں وہ اس حدیث کے
غیر کے کثرۃ طرق کے قائم مقام ہو کر ایسی ہو جاتی ہے
جس کا قبول کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں جس کو
فن حدیث سے معمولی دسترس بھی ہے شک نہیں کریگا
مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی کے سامنے کوئی حدیث
بیان کریں تو اس کو یقین آئے گا کہ آپ اس حدیث میں
صادق ہیں اور جب حضرت امام مالک کے ساتھ روایت
حدیث میں آپ کی شان جیسا کوئی اور بھی شریک ہوا۔
تو وہ حدیث علم کا فائدہ دینے میں اور بھی قوی ہو جائیگی
اور اس پر سہو یا بھول کا ظن کرنا نہایت بعید ہے۔
حدیث کی یہ انواع جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ان
سے صدق و یقین کا فائدہ صرف اسی کو حاصل ہو گا جو
فن حدیث کا عالم اور اس میں متبحر اور راویوں کے
احوال کا عارف اور علل پر مطلع ہے۔

اگر کسی ایسے شخص کو جو اوصاف مذکورہ سے قاصر
اور عاری ہے۔ اس خبر کے صدق کا علم حاصل نہ ہو تو
اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو علم حدیث میں متبحر اور
اوصاف مذکورہ سے متصف ہے اس کو بھی اس کا
علم حاصل نہ ہو: جن تین انواع کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے
ان کا محصل یہ ہے کہ ان میں اوّل وہ ہے جو صحیحین کے
ساتھ مختص ہے۔ اور ثانی وہ ہے جس کے طرق متعددہ
ہیں اور ثالث وہ ہے جس کو ائمہ نے روایت کیا ہے۔
اور ہو سکتا ہے کہ حدیث کی یہ تینوں قسمیں ایک ہی حدیث
میں جمع ہو جائیں۔ اس وقت اس حدیث کے یقیناً
صادق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

پھر غرابت یا اصل سند میں ہو گی۔ یعنی وہاں ہو گی
جہاں اسناد دور کرتا ہے اور جہاں سے رجوع کرتا ہے
اگرچہ اس کی طرف طرق متعدد ہوں اور وہ جگہ وہ ہے
جہاں صحابی ہو یا اس طرح نہ ہو گی بایں طور کہ تفرد اس
کے اثنا یعنی درمیان میں ہو۔ مثل اس کے کہ اس کو
صحابی سے اکثر روایت کرتے ہوں۔ پھر ان میں سے
کوئی ایک شخص اپنی روایت میں ان میں سے اکیلا ہو جائے۔
پہلی کو فرد مطلق کہتے ہیں۔ مثل اس حدیث کے جس میں
ولاء اور اس کے ہبہ سے نہی آئی ہے۔ اس حدیث
کے ساتھ عبداللہ ابن دینار ابن عمر سے متفرد ہوا ہے
کبھی راوی اس منفرد سے منفرد ہو جاتا ہے۔ مثل شعب
الایمان کی حدیث کے اس حدیث کے ساتھ ابی صالح
ابو ہریرہ سے متفرد ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ
عبداللہ ابن دینار ابو صالح سے متفرد ہوا ہے کبھی
یہ تفرد اس کے تمام یا اکثر راویوں میں مستمر ہوتا ہے۔
اور اس کی مثالیں مسند بزار اور معجم الاوسط میں بہت
ہیں۔ (جاری ہے)

مولانا حضور احمد صاحب منظری

قوم مسلم میں کوتاہ بینی کی لعنت

حق نے تم کو نوع انساں کا بنایا تھا امام
بن گئے تم لعنت کوتاہ بینی سے غلام!

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو بہت سے اخلاقِ حسنہ اور آفاق پر چھا جانے والے امور کی دعوت دیتا ہے۔ یعنی وہ اپنے پیروؤں کو باہمی اخوت و بھائی چارگی، محبت و مروّت، اتحاد و اتفاق اور پیار و خلوص کی، حسن اخلاق اور بلندیٔ کردار، تقویٰ و نیکی کی شاہراہ پر ایک دوسرے سے تعاون، ایثار و قربانی کی، حسنِ ظن رکھنے اور بدگمانی سے بچنے کی، معاشرے کو آلودگیوں سے پاک کرنے اور اسے عمدہ و مثالی بنانے، یتیم نوازی اور بیوہ و بیوگان کا خیال رکھنے، نیک راہ پر گامزن ہو کر عروج و ارتقاء کی بلندیوں پر پہنچنے، تنگ نظری اور کوتاہ بینی کی لعنت سے اجتناب، غیبت و چغلخوری، بغض و عناد، اور عیوب کی پردہ دری سے ہاتھ کو کوتاہ کرنے، جہدِ مسلسل، عمل پیہم اور سعیٔ دوام، جمود و تعطل، رہبانیت و گوشہ نشینی کی مفلوجانہ زندگی سے علیحدہ رہنے، خودداری و خود اعتمادی، اپنی مدد آپ کرنے، مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کرنے اور شبستان محبت میں حریر و پرنیاں کی صورت اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے ؎

مصاف زندگی میں صورت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا
گزرجا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا

اسلام یہ ساری دعوتیں اس لئے دے رہا ہے تاکہ اس کے ماننے والے خلاقِ دو عالم کی نیابت و خلافت کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ قوم کے ہادی و رہنما بن سکیں، اقوام عالم کی امامت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ اسلام کی صدائے محبت کو عام کر سکیں اور ہر طرف پیغمبرِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین متین اپنا سکہ جما سکے۔ دنیا اسلامی تہذیب و تمدن اور امن و آشتی کا گہوارہ بن سکے۔ خاکدانِ گیتی کے چپے چپے میں عدل و انصاف کا ڈنکہ بج سکے۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ جب آفتاب اسلام طلوع ہوا تو بہت ہی قلیل مدت میں اس نے کس طرح تاریکی [illegible]

وسعت اختیار کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسلام کی صدائے محبت عرب کے صحرا و ریگستان سے گزر کر قیصر و کسریٰ کے محلات میں نغمہ سرائی کرنے لگیں اور مسلمان ابر کرم بن کر ساری کائنات پر چھا گئے۔ اور جہاں گئے اپنے ساتھ علم و فن، تہذیب و تمدن، اخلاص و محبت مروت و اخلاق، اعلیٰ ظرفی و فراخ حوصلگی کا کارواں بھی لے گئے۔ نتیجے کے طور پر وہ عرصہ دراز تک اسلامی آن بان کے ساتھ نوع انسان کی امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے عروج و ارتقار کا یہ راز صرف اس میں مضمر تھا کہ وہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیرو تھے۔ تعلیم اسلام کی روح سے آشنا تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ تسخیر قلوب کا نسخہ فقط حسن عمل اور حسن اخلاق ہے ان کے سامنے انیس بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اپنے پورے کمال و جمال کے ساتھ تابندہ تھا۔ وہ اس سے بھی واقف تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عرب کی ناقابل اصلاح دھرتی پر اصلاح و تبلیغ کا بےنظیر و شاندار کارنامہ انجام دیا۔ کس طرح انہوں نے اپنے دشمنوں کے دلوں میں محبت و نرمی کا بیج بویا۔ ان کو جینے کا سلیقہ سکھایا اور درندہ صفت افراد کو حکمرانی و جہانبانی کے رموز و نکات سے آگاہ کیا۔ اور پھر فتح مکہ کے موقع پر عام معافی و عام آزادی کا اعلان کر کے کس طرح ہزاروں اجڈ، گنوار اور اسلام کے سخت ترین دشمنوں کو اپنے قدموں میں جھکا لیا۔ الغرض وہ دنیا

کے ہر میدان میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش کف پا کی پیروی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں، تو ایک طرف عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آتے ہیں۔ جن کا بے مثل دور حکمرانی آج بھی اقوام عالم کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید، محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی جیسے ناقابل تسخیر جنرل اور سپہ سالار نظر آتے ہیں جن کا خیال آج بھی غیر مسلموں اور صلیبیوں کے دلوں کو برماتا ہے۔
امام رازی اور امام غزالی نظر آتے ہیں جو علوم و فنون کے تاجدار تھے۔ جن کی راہنمائی میں ایک مدت تک کا کارواں علم و فن کی ترقی اور عروج کی راہوں پر گامزن رہا۔ جن کے آستانے پر آج بھی طالبان حق جبیں سائی کرتے ہیں۔ سعدی و رومی نظر آتے ہیں جو شعر و ادب کے آسمان تھے۔ جن کے اصلاحی اور ادبی کارناموں کو دنیائے اسلام تاقیام قیامت فراموش نہیں کر سکتی۔ بوعلی سینا اور عمر خیام نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے علم نجوم و طب میں وہ کمال حاصل کیا اور ان علوم کو اس نقطۂ عروج تک پہنچایا کہ آج بھی وہ ترقی یافتہ قوموں کے لئے باعث رشک ہیں۔ سرزمین ہندوستان پر مجدد الف ثانی اور مجدد مأتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہما الرحمۃ نظر آتے ہیں۔ وادیٔ کفر و ظلمت میں جنہوں نے تجدید و اصلاح کے ذریعے ظلمت کفر و الحاد کو نور ایمان سے بدل دیا۔ ملت اسلامیہ جن کی بے لوث خدمات کو کبھی نہیں بھلا سکتی۔

"یہی وہ سرگذشتِ ملّتِ بیضا" ہے جسے دیکھ کر علامہ اقبال نے یوں زمزمہ سرائی کی ہے ؂

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزلِ مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو جاوداں تو ہے
یہ نکتہ سرگذشتِ ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

اسلام واقعی ایک بہترین اور لائق عمل دین ہے اس کی تعلیمات میں وہ پاکیزگی اور ہمہ گیری ہے جو اور ادیان عالم میں ملنی مشکل ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک طرف جہاں آخرت کو سنوارنے والی مذکورہ بالا بہت سی باتوں کا درس دیتا ہے۔ وہ اس نوعِ انسانی کی امامت حاصل کرنے کے باب میں سب سے اہم اور اساسی درس یہ بھی دیتا ہے کہ اس کے ماننے والے عالی ظرف بنیں۔ سیر چشمی اور وسیع المشربی کا راستہ اختیار کریں۔ تنگ نظری اور کوتاہ بینی سے پرہیز کریں۔ دیکھئے تاجدارِ دو عالم محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کافروں اور منافقوں کے ساتھ کیسا سلوک اور برتاؤ تھا۔ وہ ضعیفہ جو اوّل تا آخر پیارے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن جب وہ بیمار ہوتی ہے تو ذرا خلقِ محمّدی دیکھئے کہ آپ اس کی عیادت کے لئے اس ضعیفہ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے نظر آتے ہیں۔ اور آگے چلئے۔ وہ عبداللہ بن ابی جو منافقین کا رئیس اعظم اور "وماھم بمؤمنین"

کا مصداق تھا۔ جب وہ مرا تو غمگسارِ کائنات صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے پیش قدمی فرما کے کس فراخ دلی اور اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ کتنا مشہور ہے جب وہ اپنے گھر ایک مہمان کو لائے اور بوقتِ طعام اس نے بسم اللہ نہ پڑھی تو یہ یقین کر کے کہ وہ کافر ہے دسترخوان سے اٹھا دیا۔ اس پر خدا لئے وحدہٗ لاشریک نے کس انداز میں تنبیہہ فرمائی کہ میں نے تو اسے سالہا سال رزق دیا اور اس کی نافرمانی سے بھی اسے اپنے عذاب میں گرفتار نہیں کیا۔ لیکن تو نے اسے اتنی جلدی اپنے سے دور کر دیا۔" ایسے ہی مقام کے لئے اسلام کی تعلیم ہے کہ "اکرموا الضیف ولو کان کافراً" مہمان کی تعظیم کرو خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی قدر کرنا بھی اسی تعلیم کا ایک حصّہ ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں جتنی فتوحات ہوئیں ان میں فاتح مسلمین کا یہی شیوہ رہا کہ وہ ہمیشہ مفتوح قوم کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے اور انہیں ہر قسم کی مراعات دیتے تھے۔ پیشوایانِ مذہب کے احترام کو ضروری خیال کرتے تھے۔ خود وہ آپس میں اجتہادی اختلافات کے باب میں کبھی تنگ نظری اور کوتاہ بینی کا شکار نہ ہوئے۔ ایک دوسرے پر رکیک حملے کرنے سے اپنے دامن کو بچاتے رہے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ نبی کے سوا کوئی بھی انسان "انسانِ کامل" نہیں۔ نبی کی پاک زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ" وہ اپنی خواہش

سے کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو ان کی جانب وحی کی جاتی ہے۔" کے مترادف ہوتی ہے۔ لیکن انسان جو فیصلہ کرتا ہے وہ اپنے قیاس و عقل سے۔ اسی لئے ان کا اجتہاد صحت و خطا دونوں کا محتمل ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اعمال کے باب میں اگر کوئی خطائے اجتہادی کا مرتکب ہو جائے تو وہ قابل لعن وطعن نہیں ہو سکتا۔ البتہ عقائد کے بارے میں بالخصوص وہ عقائد جو نص قطعی سے ثابت ہوں اور ان کا مطلب بالکل ظاہر و باہر ہو۔ ایسی صورت میں بھی اگر کوئی ان میں سے کسی کا منکر ہے یا زبردستی کا اجتہاد کرتا ہے تو ایک جرم ہے۔ جس پر گرفت لازم و ضروری ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہاں بھی جہاں تک ممکن ہو " ظنوا بالمؤمنین خیراً " کے تحت حسن ظن ہی سے کام لینا چاہیئے۔ اسی انداز پر قرون اولیٰ کے مسلمان کاربند رہے۔ وہ پیار و محبت اور اچھا برتاؤ کرنے کے فن سے واقف تھے ؎

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جسکو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

دنیا جانتی ہے کہ جو کام نرمی، پیار اور محبت سے نکل سکتا ہے وہ سختی، جبر اور بے جا ظلم و زیادتی سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے جب اس دھرتی پر اپنا جھنڈا گاڑا تو بتلائیے اس کے ساتھ کونسی مادی طاقت تھی۔ جس کے ذریعے اس نے نشوونما پائی۔ آج جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ آپ پیکر خلوص و محبت تھے۔ آپ کی ذات میں پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ انتقام لینا تو پسند ہی نہ تھا۔ ابتداء میں جب کہ اسلام کو حسن تدبیر سے لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت تھی۔ آپ کا طریق کار کیا تھا؟ یہی آپ کا حسن عمل پیار اور خلوص تھا جس کے نتیجے کے طور پر جو بھی آپ کے قریب آیا وہ آپ کا ہو گیا۔ عرب میں یہود و نصاریٰ کے بھی وہ دو گروہ تھے جن کی علمیت اور مذہبیت کا گرد و نواح پر کچھ اثر تھا۔ کفار ان سے متاثر تھے۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "تم فرماؤ اے کتابیو! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں گے اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے۔ اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

(پ ۳ ر ۱۴ ۔ ترجمہ رضویہ)

یہود و نصاریٰ بھی اسلامی عقیدے کے مطابق غیر اللہ کی پرستش کے قائل نہ تھے۔ لیکن وہ چونکہ اسلام کی مخالفت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ اس لئے انہیں ایک کلمے کی طرف بلایا گیا جو ان میں اور مسلمانوں میں یکساں تھا تاکہ وہ مخالفت سے باز آجائیں اور رفتہ رفتہ ان کے دل میں اسلام کی حقانیت و صداقت جڑ پکڑتی جائے۔ اور کسی طرح وہ مکمل طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں یہ اسلام کا طریق کار تھا۔ یہ اسلام کا پیغام محبت تھا جس کی بدولت اسلام قلیل عرصے میں دنیا کے چپے چپے میں پھیل گیا۔

امیرِ ملت، شہِ جماعت

بہارِ گلشن، نگارِ محفل، امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ
ہیں صاحبِ اختیارِ کامل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

یہ ملک و ملت کے ناخدا ہیں یہ دین و دنیا کے رہنما ہیں
الفقر فخری کے ہیں یہ حامل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

یہ ہاشمی ہیں، مجددی ہیں یہ عشق والوں کی زندگی ہیں
کہ ان سے قائم ہے رونقِ دل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

یہ آلِ پاکِ رسول بھی ہیں، یہ گلشنِ حق کے پھول بھی ہیں
کہ پاک سیرت کے ہیں یہ عامل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

جدھر نظر اُٹھ گئی شہا کی، اُدھر ہی جلووں سے روشنی کی
ہیں نور افشاں یہ ماہِ کامل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

یہ پاک تحریک کی سیاست اور حق شناسی کی یہ فراست!
مٹائے ایک دم میں نقشِ باطل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

جو پا کے منزل بھٹک گئے ہیں ہوئے ہیں نادان بھٹک رہے ہیں
انہیں بھی مل جائے اب تو ساحل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

جو بحرِ غم میں پھنسے ہیں اظہر ہوں ان پہ بھی رحمتیں برابر
ملے انہیں بھی نجات کامل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ

یہ اظہر طالب ہے اک نگاہ کا وہ صدقہ افضل حسین شاہ کا
خدارا حل ہوں تمام مشکل امیرِ ملت شہِ جماعت رضؓ !!

(محمد ظہیر الدین اظہر نقشبندی جماعتی)

بقیہ: ولادت نبی کریم ﷺ از صفحہ ۱۹

سے صاف اور پاک تھے۔

دعا کرتا ہوں کہ جس کی خاطر ہم یہاں آئے یہاں بھلا ہو۔ جس کی خاطر وہاں اٹھیں گے وہاں بھلا ہو۔ آمین!

خاکِ مدینہ از دو عالم خوشتر است
خنک آں شہرے کہ آنجا دلبر است

بقیہ: آئمہ دین اور حدیث رسول ﷺ از صفحہ ۱۴

اس نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ آپ اور کوڑے مارتے اور ان کے بدلے آپ اور حدیثیں سنا دیتے۔

(شفا)

بقیہ: امام حسین اور خلافت از صفحہ ۲۲

حضرت محدث ہزاروی مدظلہٗ العالی کی آواز پر لبیک کہیں کہ اسی میں ہمارے دین و دنیا کی فلاح ہے بغیر قیام خلافت کے ہمارا دین استوار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ نظام دنیوی استوار ہو سکتا ہے۔ یہ رات دن کی چوری چکاری، جیب تراشی، غبن، دھوکا دہی، لوٹ مار، زنا، شراب، بے دینی، رشوت، عیاشی، لہو و لعب سب اس لئے ہیں کہ نظام خلافت قائم نہیں۔ اگر نظام خلافت قائم ہو جائے تو یہ خرابیاں چند دنوں میں غائب ہو جائیں گی۔ کاش فرزندانِ توحید سوچیں کہ خرابیاں کہاں سے آ رہی ہیں، ساری خرابیوں کی جڑ نظام خلافت کا نہ ہونا ہے۔ دیکھیے خلافت راشدہ میں کیسا امن و امان تھا۔ لوگوں کی عزتیں محفوظ تھیں، مال محفوظ تھا۔ اور ہر فرد نیک کاموں میں مصروف تھا۔ جب سے یہ نظام غائب ہوا سب کچھ برباد ہو گیا۔ اب نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال۔ ہر طرف لوٹ کھسوٹ اور بے دینی کا دور دورہ ہے۔ صرف ہمارے ہی ملک کا یہ حال نہیں، ساری دنیا کا یہی حال ہے۔ اگر آج دنیا میں نظام خلافت قائم ہو جائے تو ساری دنیا میں ورنہ کم از کم عالم اسلام میں امن و امان قائم ہو جائے۔ دین کی پابندی ہو، نماز روزے کا پرچار ہو۔ فواحشات بند ہو جائیں اور ظالم بے ٹھکانہ ہو جائیں۔

قطب الاقطاب مجدد دوراں حضرت محدث ہزاروی نے دنیا کی حالت کا اچھی طرح مطالعہ فرما کر یہ نسخۂ کیمیا تجویز کیا ہے۔ بلکہ اس پرانے نسخۂ کیمیا کی تجدید ہے۔ آؤ ہم بھی ان کا ساتھ دیں اور اس ماہ محرم میں اسوہ حسینی کی یاد تازہ کریں کہ یہ ہمارے سب امراض کی دوا ہے اور شفائے کلی اسی میں پنہاں ہے۔

مسلمانو! کب تک در بدر پھرتے رہو گے اور کیا سوچتے رہو گے۔ اٹھو عزم بالجزم کرو اور قدم اٹھاؤ کہ صرف سوچ بچار اور در در کی دریوزہ گری سے کام نہیں بنے گا۔

بقیہ: رسول اکرم میدان عرفات میں (از صفحہ ۸)

اور پورا مدینہ ماتم کدہ بن گیا۔

حضرت بلال رضؓ دیوانہ وار مدینہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے۔ اے اللہ کے بندو کہیں میرے آقا کو دیکھا ہو تو بتا دو۔

پیر کا دن اور منگل کی رات گزرنے کے بعد صبح غسل دیا گیا۔ جسم اطہر سے کپڑے اتار دیئے گئے۔ جناب علی مرتضیٰ اور حضرت عباس کے ساتھ ان کے دونوں صاحبزادے غسل دینے اور کروٹیں بدلوانے میں مدد دے رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضؓ اور جناب شقران رضؓ پانی لانے پر متعین تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا جسم کس قدر خوشبودار ہے۔ غسل کے بعد آہستہ سے کپڑوں کو نچوڑ دیا گیا۔

اور یمن کی ۳ سفید چادروں میں آپ کو کفنا دیا گیا۔ منگل کا دن نماز پڑھتے گزر گئے۔ آدھی رات تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت ابو طلحہ رضؓ نے حجرہ شریف میں قبر کھودی حضرت علی رضؓ حضرت عباس رضؓ اور ان کے بیٹوں نے مل کر قبر میں اتارا۔ حضرت علی رضؓ نے قبر سے باہر آتے وقت کفن ہٹا کر چہرۂ مبارک کو دیکھا تو حلقۂ چشم میں پانی بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فوراً اپنی زبان سے چوس لیا اور لحد شریف کو کچی اینٹوں سے چھپا دیا گیا۔ تمام مسلمانوں نے مٹی ڈالی اور قبر مبارک کو اونٹ کی پشت (کوہان) کے مانند بنا دیا گیا۔ حضرت بلال رضؓ نے قبر پر پانی چھڑک دیا۔ تاکہ مٹی بیٹھ جائے۔

روح پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر لاکھوں درود و سلام۔

بقیہ: حضرت امام محمد باقر رحؒ (از صفحہ ۹)

میں ۷، ذی الحجہ ۱۱۴ھ مطابق ۲۸، جنوری ۷۳۳ء کو انتقال فرمایا اور اپنے والد محترم کے قریب جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ آپ کی اولاد میں سب سے زیادہ مشہور اور آپ کے جانشین امام جعفر رضؓ ہیں۔

آپ کی بارگاہ علم سے فیض حاصل کرنے والوں میں حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ کا نام بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سیرۃ النعمان میں مولانا شبلی رحؒ نے اس واقعہ کو درج کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رحؒ مدینہ طیبہ میں حضرت امام محمد باقر رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلام و مصافحہ کے بعد ایک طرف بیٹھ گئے۔ امام صاحب نے نام دریافت کیا۔ عرض کیا "ابو حنیفہ"۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم وہی ابو حنیفہ ہو جو ہمارے نانا کے دین میں قیاس سے کام لیتے ہو؟ عرض کیا حضرت میرے متعلق یہ غلط مشہور کیا گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو صفائی میں کچھ عرض کردوں۔ فرمایا: حضرت قرآن کریم نے مرد کے مقابلہ میں عورت کو نصف مال دینے کی وصیت کی اگر میں قیاس سے کام لیتا تو کہتا کہ چونکہ عورت ضعیف ہے اور مرد قوی ہے۔ لہٰذا عورت کو زیادہ اور مرد کو کم ملنا چاہیئے۔ مگر میں یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کو نصف ملنا چاہیئے۔

اسی طرح حائضہ عورت کے ذمہ روزوں کی قضا واجب ہے۔ اور نماز معاف ہے۔ اگر قیاس سے کام لیتا تو کہتا کہ نماز چونکہ روزہ سے افضل ہے۔ اس لئے نماز کی قضا کرنی چاہیئے۔ مگر میں ایسا نہیں کہتا۔ حضرت امام محمد باقرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی گفتگو سن کر دعائے خیر کی اور خندہ پیشانی سے رخصت فرمایا۔۔

بقیہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ از صفحہ ۱۲

کو جو عراق اور ایران کو فتح کر کے واپس کر کے واپس آ رہے تھے۔ حکم دیا کہ فوراً شام میں جا کر مسلمانوں کی مدد کرو۔ حضرت خالدؓ نے اسلامی فوج کو اس طرح ترتیب دیا۔ کہ کافروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت کی یہ آخری جنگ تھی۔ کیونکہ دوران جنگ میں مدینہ منورہ سے یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ انتقال فرما گئے ہیں۔

وفات

۷ جمادی الثانی ۱۳ھ کے روز حضرت صدیق نے غسل فرمایا۔ ہوا سرد تھی۔ سردی کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ مسجد میں آنے سے معذور ہو گئے۔ اور امامت حضرت عمرؓ کے سپرد کر دی۔ جب یقین ہو گیا کہ زندگی کی امید نہیں تو صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی رسول اللہ کی طرح تین چادروں میں دفن کرنا۔ آپ سے پوچھا کیا آج دوشنبہ ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ آج دوشنبہ ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ "رسولؐ خدا نے بھی اسی روز وفات پائی تھی۔

آخر آپ یہ کہتے ہوئے کہ " اے اللہ! میری موت اسلام پر ہو" ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء بروز دوشنبہ مابین مغرب و عشاء ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں پہلوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آپ نے صرف دو سال تین ماہ دس دن تک خلافت کا کام نہایت شاندار طریقہ سے سرانجام دیا۔

بقیہ: حسن اخلاق از صفحہ ۱۵

کر رہا تھا آگے بڑھے۔ صحابہ کرام اس منظر کو دیکھ کر کانپ اٹھے مگر کیا کر سکتے تھے۔ عکاشہ نے پشت انور کے قریب جا کر بڑے ادب و احترام سے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور "فداک امی و ابی" کہتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے۔

رسول پاکؐ نے فرمایا عکاشہ! تم نے یہ کیا کیا! عرض کیا اے اللہ کے حبیبؐ! یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا تاکہ مہر نبوت سے اپنے لبوں کو مس کرنے کی سعادت حاصل کر سکوں۔

در مناقب زبدۃ العارفین عمدۃ الواصلین امیرِ ملت سید جماعت علی شاہ قدس سرہٗ

رہنمائے سالکان و ذوالکرم والمحتشم!
معدنِ علم و عمل ہم منبعِ فیضِ اتم

ہے مسلّم آپ کو سب اولیاء کی سروری
کرم فرما آپ پر ہیں سیّدِ عرب و عجم

منقبت لایا ہوں لکھ کر آپ کے دربار میں
بس سعادت کا نصیبہ پا گیا میرا قلم

تیری نظرِ کرم سے نیکیوں کی راہ ملی!
حشر کے میدان میں ہو گا نہ ہم کو کچھ بھی غم

تیرے بحرِ فیض سے جو بہہ رہا ہے ہر طرف!!
ہو گئے سیراب لاکھوں پر ہوا نہ کچھ بھی کم!

ہر طرف روشن ہے تیرا نام مثلِ آفتاب
جھومتا ہے تیرے روضے پر ولایت کا علَم

مل رہا ہے فیض سب کو تیری تربت سے عیاں
زائرین کی بھیڑ ہے پیشانیاں ہیں سب کی خم!

میرے آقا دیکھ مجھ کو در پہ ہوں تیرے کھڑا
بھر دے جھولی اس گدا کی ہے وسیع تیرا کرم

جس نے پایا فیض تجھ سے ہو گیا وہ بادشاہ!
حاجتِ دنیا سے اس کا ہو گیا اونچا قدم

دستگیری کیجئے منجدھار میں ہوں میں پھنسا!
دور ہے ساحل بہت اور توڑ بیٹھا ہوں میں دم

تو امامِ اولیا اور کاشفِ اسرار ہے
قابلِ صد رشک ہیں۔ خواجہ تیرے ادنیٰ خدم

تو محدث تو مفسر۔ مفتی و واعظ بھی تو!
ہادی و مہدی بھی تو اور مالکِ باغِ ارم!

باریابی کا شرف جو ہو گیا مجھ کو نصیب!!!
دوستوں میں میرے آوارہ گیا میرا بھرم

میں فقیر و مستمند اور بیکس و بے یار ہوں
پھرتا پھرتا آ گیا ہوں دیکھ کر تیرا کرم

تیری مدحت میں کروں تھا کہاں یارا مجھے!
تو نے گویا کر دیا میرا دہن تیری قسم

خزف تھا گوہر ہوا ہوں جب پڑی تیری نظر
آ گئی ہے ہاتھ میرے تیری الفت کی رسم

پیشکردہ ——— غلام رسول گوہر

اخبارِ آستانہ عالیہ مرکزِ فیوضاتِ روحانیہ!

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الحاج کوکب ہدایت فخرِ ملت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ میں رونق افروز ہیں۔ آپ کو درد کمر کی شکایت ہے۔ قارئین حضرات کی خدمت میں استدعا ہے کہ آپ کی صحت کلی اور درازی عمر کی خلوصِ قلب سے اوقاتِ اجابت میں دعائیں کرتے رہیں۔ آستانہ عالیہ کی شگفتگی اور بہار اور رونق اس سے ہے کہ سجادہ نشین صحت کے زیور سے آراستہ ہوں اور تادیر اپنے فیوضات اور روحانی تعلیم و تربیت سے مسترشدین و مریدین کو نوازتے رہیں۔ حضرت مولانا الحاج پیر سید نذر حسین شاہ صاحب بھی علی پور شریف ہیں۔ دیگر جملہ حضرات علی پور شریف ہیں۔ خادم تحریر حضرت معین الملت قصور تشریف فرما ہیں۔ دار العلوم شاہ جماعت میں قیام رکھتے ہیں۔ ہر روز صبح و شام زائرین کا تانتا لگا رہتا ہے۔ ۱۶ فروری بروز منگل آپ نے جامع مسجد طاں کالا میں رات کو عشاء کی نماز کے بعد یومِ غوث اعظم کے عظیم الشان جلسہ کی صدارت فرمائی اور کلمات طیبات سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔ آستانہ میں بفضل ایزدی خیر و عافیت ہے۔

گذارش!

جن خریداران رسالہ انوار الصوفیہ کی خدمت میں دو تین ماہ سے بذریعہ سرخ نشان جو صفحہ اول میں ایک دائرہ میں ہوتا ہے۔ چندہ ختم ہونیکی اطلاع دی جا رہی ہے۔ ان پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اس طرف توجہ نہیں فرماتے مہربانی کر کے آج پہلی فرصت میں مبلغ ۲۰ روپے سالانہ چندہ ارسال فرمائیں۔ ورنہ آئندہ اشاعت میں رسالہ کا انتظار نہ کریں۔ بڑے افسوس سے انکا نام کاٹ دیا جائیگا۔

مخیر حضرات: کی خدمت میں گذارش ہے کہ حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ کی اگر آپ دستگیری کریں گے ——— اور اس کے جسم ناتوان میں روح پھونکیں گے اور اس روحانی شجر کی آبیاری کریں گے اور اپنے مال سے اس کی امداد کریں گے۔ تو حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی روح مبارک آپ پر بہت خوش ہوگی اور اپنی روحانیت سے آپ کی تمام مشکلات میں دستگیری فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مخیر حضرات کو توفیق دے۔ آمین!